تحریک جدید کے انتالیسویں، انتیسویں اور آٹھویں سال کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳؍نومبر ۱۹۷۲ء بمقام مسجد اقصیٰ۔ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:-

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۝۱۸۷ (البقرۃ:۱۸۷)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جس وقت یہ مسجد تعمیر ہو رہی تھی اس وقت منتظمین مجھے یہ رپورٹ دیا کرتے تھے کہ یہ مسجد اور اس کا مسقّف حصہ مسجد مبارک سے اتنے گنا بڑا ہے کہ اس کا صرف مسقّف حصہ ہی نمازیوں کے لئے کافی ہوگا مگر آج ہمیں یہ نظر آ رہا ہے کہ اس کا مسقّف حصہ بھی تنگ ہو گیا ہے بلکہ باہر صحن میں جو شامیانوں کی ایک لائن لگی ہوئی ہے وہ بھی نمازیوں کے لئے کافی نہیں ہے۔ اسی طرح ہماری بہنوں کے لئے اوپر کی گیلری میں جگہ بہت تنگ ہوگئی ہے۔ اسی تنگی کو دور کرنے کے لئے اگرچہ سامنے برآمدے میں قناتیں لگا کر مستورات کے بیٹھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے لیکن یہ بھی ان کے لئے کافی نہیں ہے۔ میں نے ابھی دیکھا تھا کہ کئی عورتیں مسجد کے باہر بیٹھی ہوئی ہیں۔ گو رمضان میں مستورات کی حاضری بھی نسبتاً زیادہ ہے لیکن عام جمعہ کے دنوں میں بھی ان کے لئے جگہ تھوڑی ہوتی ہے۔ اس لئے آئندہ سے ہماری بہنوں کے بیٹھنے کے لئے

صحن میں شامیانے کے نیچے بھی قنات لگا کر جگہ مخصوص ہونی چاہئے تاکہ مستورات کو تکلیف نہ ہو۔ بہرحال ہم اپنی حد بست کے اندر رہتے ہوئے اپنے منصوبے بناتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے جس کی حد بست نہیں کی جاسکتی۔ وہ اپنی قدرتوں اور رحمتوں کے نتیجہ میں اس سے بہت زیادہ دے دیتا ہے جس کا منصوبہ بنایا جاتا ہے۔ اس لئے شکر کرنے اور الحمدللہ پڑھنے کا مقام ہے۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔**

آج کا یہ جمعہ اس سال کے رمضان کے مہینے کا آخری جمعہ ہے اور اس آخری جمعہ کے متعلق جہاں بہت سی بدعات امت مسلمہ میں پیدا ہوگئی ہیں وہاں بہت سے لوگوں نے اس سے نہایت اچھے اسباق بھی سیکھے ہیں۔ جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے ہم میں سے ہر ایک دوست کو ہر وقت چوکس رہنا چاہئے کہ اس قسم کی کوئی بدعت کسی چور دروازے سے جماعت احمدیہ میں داخل نہ ہونے پائے۔

ابھی جب میں یہاں پہنچا تو ربوہ کے ایک فوٹوگرافر صاحب کھڑے تھے۔ مَیں نے پوچھا آپ یہاں کیسے آگئے ہیں۔ کہنے لگے آپ کی تصویریں لینی ہیں۔ میں نے کہا رمضان کے پہلے ہفتوں میں مَیں نے آپ کو یہاں نہیں دیکھا۔ مَیں سمجھتا ہوں اُن کے دماغ میں یہ خیال آیا کہ وہ اس موقع پر تصویریں کھینچیں گے اور بعد میں جو لوگ نئے نئے احمدی ہوتے ہیں اور پرانے خیالات لے کر آتے ہیں یا کئی بچے ہیں جو بڑے ہوتے ہیں یا بعض بچے ہیں جن کو ابھی شعور نہیں آیا ہوتا اُن کو کہیں گے دیکھو! یہ جمعۃ الوداع کی تصویر ہے۔ اِس لئے مَیں نے اُن کو تصویریں اُتارنے سے روک دیا۔ گو ہے تو یہ ایک چھوٹی سی بات لیکن اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے اندر سوئی کے ناکے جتنا رخنہ بھی پیدا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس طرح آہستہ آہستہ بدعات کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم خدا تعالیٰ کی ایک چیدہ جماعت ہیں۔ ہمیں اِس قسم کی بدعات سے اجتناب کرتے ہوئے سادگی اور عاجزی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن گذارنے چاہئیں۔

پس یہ تو ایک حقیقت ہے کہ رمضان کا یہ آخری جمعہ ہے مگر اسے جمعۃ الوداع کہہ کر اس کے گرد بہت ساری غلط باتیں لپیٹ دینا اسلام کی اصل روح کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ اس

بات سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ اس لئے بدعات سے قطع نظر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ جمعہ رمضان کو الوداع کہتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد رمضان کا اور کوئی جمعہ نہیں۔ جمعہ خود تو نہیں بولتا۔ جمعہ کے دن تو خطبہ ہوتا ہے پس جمعہ کا رمضان کو الوداع کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ امام اور خطیب کو ماہِ رمضان میں اجتماعی نصیحت اور وعظ کرنے کا یہ ایک آخری موقع ہے۔ پہلے ایک جمعہ آیا پھر دوسرا پھر تیسرا جمعہ آیا اور اب یہ جمعہ آخری جمعہ ہے اس کے بعد رمضان کے باقی دنوں میں امام جماعت یا خطیبوں کے لئے لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے اور حکمت اور روحانیت کا درس دینے کا موقع نہیں پیدا ہوگا۔

اس رمضان میں جو چیز نمایاں طور پر میرے مشاہدہ میں آئی ہے وہ بڑی خوشکن ہے۔ گو میں باقاعدگی سے ریڈیو تو نہیں سنتا لیکن کبھی تقریروں وغیرہ کا پروگرام ہو تو سن لیتا ہوں۔ اِس دفعہ رمضان کے متعلق جو تقریریں یا درسِ قرآن کریم ریڈیو کے ذریعہ نشر ہوتے رہے ہیں اُن میں سے چند ایک میں نے بھی سنے ہیں۔ میں نے بتایا ہے کہ میں کبھی کبھی ریڈیو سنتا ہوں۔ چنانچہ ایک دن رات کے وقت جب مَیں نے ریڈیو سنا تو ایک مولوی صاحب پچیسویں سیپارہ کا درس دے رہے تھے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ ہر شام کو کسی معینہ وقت پر یہ درس بھی ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد چند مرتبہ اُن کا درس میں نے اس غرض کے لئے سنا کہ وہ اپنے درس میں کیا بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ ان درسوں اور تقریروں وغیرہ میں یا جو مضامین اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں ان میں زیادہ تر اسلام کے متعلق جو صحیح خیالات ہیں یعنی جماعت احمدیہ کے جو خیالات ہیں ان سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم کی اصلاح کے لئے کثرت سے فرشتے نازل کر رہا ہے اور ہماری دعائیں جو ہم رمضان میں غلبۂ اسلام کے لئے کرتے چلے آئے ہیں اور کر رہے ہیں ان کی قبولیت کے آثار نمایاں طور پر پیدا ہو رہے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

رمضان کا جمعہ کے ساتھ ایک بڑا ہی گہرا تعلق ہے قبولیتِ دعا کا جو حبل اور رسہ ہے اس نے جمعہ اور رمضان کو ایک ساتھ باندھ دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں رمضان کے متعلق بہت سے احکام بیان ہوئے ہیں انہی احکام کے ضمن میں اللہ تعالیٰ اس آیۂ کریمہ میں جس کی میں

نے شروع میں تلاوت کی ہے فرماتا ہے جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں (اس آیۂ کریمہ کے ایک پہلو کے متعلق میں پچھلے خطبہ میں بھی بیان کر چکا ہوں) تو ان سے کہو۔ مَیں قریب ہوں۔ اور میرے قرب کی دلیل یہ ہے کہ مجھ سے دعا کرو گے مَیں قبول کرلوں گا۔ اب مثلاً ہم نماز میں جو دعائیں کرتے ہیں تو ہمارے ساتھ کھڑا ہوا آدمی بھی نہیں سن رہا ہوتا مگر خدا تعالیٰ سن رہا ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو نمازی ہمارے دائیں بائیں کھڑے ہیں خدا تعالیٰ اُن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہمارے دائیں بائیں کھڑے ہونے والے نمازیوں کو جو آواز نہیں پہنچتی وہ اللہ تعالیٰ کو پہنچ جاتی ہے۔ ویسے تو یہ ایک گہرا مضمون ہے لیکن بچوں کو سمجھانے کے لئے ایک عام اور سیدھے سادے آدمی کو ذہن نشین کرانے کے لئے یہ مثال دی جاسکتی ہے کہ دائیں طرف کھڑے ہوئے نمازی تک آواز نہیں پہنچی۔ بائیں طرف کھڑے ہوئے نمازی تک آواز نہیں پہنچی۔ مگر اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئی۔ اس سے ایک بچہ بھی یہی نتیجہ نکالے گا کہ دائیں اور بائیں طرف کھڑے ہونے والے نمازیوں کی نسبت اللہ تعالیٰ زیادہ قریب ہے یہاں تک کہ قرآن کریم کی ایک اور آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ انسان اپنے نفس اَور اپنی روح سے اتنا قریب نہیں جتنا اللہ تعالیٰ انسان کے قریب ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں مختلف زاویوں اور مختلف حالتوں میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی انسان کے دل کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور کبھی انسان کے اپنے گناہوں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ بطور سزا کے جہنم اور عذاب کی طرف اس کا زاویہ کر دیتا ہے۔ کبھی انسان کی نیکی اُسے مزید نیکیوں کی توفیق بخشتی ہے اور کبھی انسان کی بدیاں اسے مزید بدیوں کی طرف گھسیٹ کر لے جاتی ہیں۔ تاہم یہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہو اور شیطان کے عمل دخل سے کسی چیز کی کوئی اَور شکل بن جائے گی یہ باریک مسئلے ہیں لیکن ضرورت کے مطابق خطبات میں عمیق اور گہرے مضامین کو بھی بہت سادہ الفاظ میں اس لئے بیان کرنا پڑتا ہے کہ سننے والوں میں بعض بچے ہوتے ہیں کچھ لوگ اَن پڑھ بھی ہوتے

ہیں اور پھر مستورات بھی ہوتی ہیں ان کو بھی سمجھ آ جائے بلکہ میں تو یہ کہوں گا بعض پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگ خطبے سے پورا استفادہ نہیں کرتے۔ بعض پوری توجہ سے خطبہ کو سنتے ہیں بعض نصف توجہ سے خطبہ کو سنتے ہیں۔ بعض لوگوں کو خطبہ کے دوران کوئی خیال آ جاتا ہے اور ان کی توجہ بٹ جاتی ہے بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو دوست دور بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ نیم تربیت کی وجہ سے چند لمحوں کے لئے آپس میں باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ یا ویسے ہی ان کے دماغ میں خیالات آ جاتے ہیں اور خطبہ کی طرف اُن کی کما حقہٗ توجہ قائم نہیں رہتی۔ اس لئے خطبہ کے دوران خیالات سے بچنے اور توجہ کو قائم رکھنے کے لئے بھی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ غرضیکہ مختلف لوگوں کی توجہ کے مختلف معیار ہوتے ہیں۔

بہرحال ہم یہ مثال دے سکتے ہیں کہ دیکھو پاس کھڑے ہوئے نمازی سے خدا تعالیٰ زیادہ قریب ہے اور وہ واقعی بہت ہی قریب ہے کیونکہ وہ انسان کی دعاؤں کو سنتا ہے اور انہیں شرفِ قبولیت بخشتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قبولیتِ دعا کو اپنے وجود کی دلیل قرار دیا ہے۔ اس نے قبولیت دعا کو اپنی ذات وصفات کی معرفت کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرتوں والا ہے وہ دعا کے نتیجہ میں بسا اوقات اَن ہونی بات کو ہونی کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ انسان کی اس آواز کو بھی جانتا ہے جس نے ابھی الفاظ کا جامہ نہیں پہنا ہوتا کیونکہ اس کا علم انسان کے مخفی اندرونہ اور باطنی آرزوؤں پر بھی محیط ہے۔ ہمارا سر خدائے قادر وتوانا کے سامنے جھک جاتا ہے کہ ادھر دل میں دعائیہ خیال آتا ہے اور اُدھر وہ دعا قبول بھی ہو جاتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے۔ میں نے اس کی قدرتوں کا بارہا تجربہ کیا ہے۔ میں اس کی کئی مثالیں پہلے بیان کر چکا ہوں بہت ساری ایسی بھی ہیں جن کے بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بہرحال خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کی ایک دلیل قبولیت دعا دی گئی ہے اور یہ ایک بڑی زبردست دلیل ہے۔ بڑی زبردست ہے اس لحاظ سے بھی کہ ساری دنیا کے فلاسفر اس کے مقابلہ میں کوئی دلیل نہیں لا سکتے جو اس کو توڑ سکے۔

پس رمضان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس مہینے میں مختلف عبادتوں کے لئے ایسے حالات پیدا کئے ہیں کہ جن کی بناء پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

اسی طرح جمعہ کے متعلق حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ ایک ایسا مبارک دن ہے کہ اس میں ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ انسان کی دعا کو قبول کر لیتا ہے اور آپ کا بالکل یہی ارشاد رمضان میں قبولیت دعا کے متعلق بھی ہے۔

پس قبولیت دعا کے لحاظ سے ماہ رمضان اور یوم جمعہ ایک دوسرے سے بہت ملتے ہیں۔ چنانچہ آج رمضان بھی ہے اور جمعہ کا دن بھی ہے۔ اس سے ہمیں ایک سبق بھی ملتا ہے اور وہ یہ کہ ایک عظیم چیلنج جو ہمیں دیا گیا ہے اور ایک عظیم مطالبہ جو ہم سے کیا گیا ہے ہم اسے صرف پورا ہی نہ کریں بلکہ پہلے سے اسے بڑھ کر پورا کریں۔ گویا ہر جمعہ زبان حال سے یہ کہتا اور چیلنج دیتا ہے کہ مجھ سے بھی بڑھ کر جمعہ (اور اس کی برکات) لاؤ۔ اور اس کے لئے میں تمہیں چھ دن تیاری کے دیتا ہوں۔ پھر مجھ سے آ کر ملنا اور اللہ تعالیٰ کے فیوض اور برکات کے حصول کے لئے کوشش کرنا۔ قبولیت دعا کی ایک گھڑی تمہارے لئے مقدر تھی۔ کسی نے اس سے فائدہ اٹھایا کسی نے نہیں اٹھایا۔ اس وقت یہ سوال نہیں مگر اس سے اس حقیقت میں کچھ فرق نہیں پڑتا کہ تمہارے لئے ایک ایسی گھڑی مقدر ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہر جمعہ بزبان حال یہ کہتا ہے کہ اب میں جا رہا ہوں چھ دن کا تمہیں وقت دیتا ہوں۔ اس عرصہ میں اَور زیادہ مجاہدہ کرو، ایثار دکھاؤ، قربانیاں دو، خدا کے قرب کی مزید راہیں تلاش کرو۔ اس کا پیار حاصل کرو۔ ساتویں دن میں پھر تمہارے پاس آؤں گا تمہیں چاہئے کہ پہلے سے بڑھ کر اخلاص دکھاؤ۔

پس یہ ایک چیلنج ہے اور اس کو سمجھانے کے لئے خصوصاً بچوں کے ذہن نشین کرانے کے لئے میں نے یہ مثال دی ہے درحقیقت یہ ایک مطالبہ ہے جو ہر جمعہ ہم سے کرتا ہے اس اعتبار سے ماہ رمضان کا یہ آخری جمعہ ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک پاک اور صاف ہو جائے اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ برکتوں اور رحمتوں سے معمور یہ ماہ مبارک آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے فضل کے سامان پیدا کئے۔ بہت سی عبادتیں اکٹھی کر دی گئیں۔ ماحول کو بدل دیا گیا۔ دوست جانتے ہیں کہ ماہ رمضان کا ماحول دوسرے گیارہ مہینوں کے ماحول سے بڑا مختلف ہے۔ مثلاً لاہور کے بعض معتکفین بھی اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں

دوسرے دنوں میں شاید دو دو مہینوں کے بعد اور وہ بھی ایک آدھ دن کے لئے ربوہ آتے ہیں لیکن ماہ رمضان انہیں یہاں کھینچ لایا اور اب وہ کئی دن سے ربوہ میں مقیم ہیں۔ پس رمضان کی وجہ سے ماحول بدل جاتا ہے اس مہینے میں قبولیت دعا کے مواقع بکثرت میسر آتے ہیں۔ اب جس جمعہ کو ہم جمعہ کے لحاظ سے رمضان کو الوداع کہتے ہیں وہ جمعہ ہمیں یہ چیلنج کرتا ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کی حیثیت سے میں جا رہا ہوں۔ آئندہ سال میں پھر اسی حیثیت سے تمہارے پاس آؤں گا اور دیکھوں گا کہ پہلے سے بڑھ کر برکات کے حصول کے لئے تم نے کیا کوشش کی ہے اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ گیارہ مہینے چوری کرتے رہو ڈاکے ڈالتے رہو قتل کرتے رہو۔ لڑکیوں کو اٹھواتے رہو۔ تجارت میں دھوکہ بازی کرتے رہو، لوگوں کے مال دباتے اور ان کے حقوق کو پامال کرتے رہو اور پھر رمضان کی عبادتیں کرو یا بعض کے نزدیک وہ بھی نہ کرو۔ پس جمعۃ الوداع میں آجاؤ اور سارے گناہ معاف کروالو۔ یہ تو خدا تعالیٰ سے تمسخر اور مذہب کے ساتھ مذاق کے مترادف ہے۔ اسلام نے تو ہمیں یہ نہیں سکھایا اسلام نے تو ہمیں یہ کہا ہے کہ مجاہدہ کرو، جہاد کرو، کوشش کرو محنت کو اپنی انتہا تک پہنچاؤ، اپنی قوت کارکردگی کو بذریعہ احسان بڑھاؤ اور اپنے اندر زیادہ محنت کرنے کی اہلیت اور طاقت پیدا کرو۔ یہ وہ سبق ہے جو آخری جمعہ ہمیں دیتا ہے۔ اور یہ وہ محنت کا تصور ہے جس کے نتیجہ میں انسان احسان فی العمل کے ذریعہ اپنے اندر اہلیت اور قوت پیدا کرتا ہے۔ احسان فی العمل کے متعلق مَیں ایک گذشتہ خطبہ میں مَیں مختصراً بیان کر چکا ہوں جو الفضل میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

غرض تمثیلی زبان میں رمضان کا آخری جمعہ ہم سے یہ کہتا ہے کہ دیکھو میں پھر اگلے سال آؤں گا اور دیکھوں گا کہ تم روحانی لحاظ سے کتنے کامیاب ہوئے ہو۔ رمضان قبولیت دعا کا مہینہ اور پھر جمعہ قبولیت دعا کی ساعت اپنے اندر سمیٹے ہوئے آتا ہے جو ہمارے لئے روحانی ترقیوں کا اور برکتوں کے حصول کے سامان پیدا کرتا ہے لیکن برکتیں حاصل کرنا ہمارا کام ہے البتہ برکتوں کے حصول کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک دکان پر اچھے سے اچھے کپڑے پڑے ہوئے ہیں وہ تمہیں بہت پسند بھی ہیں لیکن اس دکاندار نے یا کارخانہ والوں نے یا اس حکومت نے جس کے انتظام میں وہ کارخانہ چل رہا ہے، انہوں نے تمہیں وہ کپڑے مہیا نہیں

کرنے البتہ کپڑوں کے حصول کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ کپڑے تیار کر دیئے ہیں جنہیں تم اپنی محنت سے حاصل کر سکتے ہو کوئی کہے گا محنت سے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ مَیں کہوں گا محنت سے پیسے کماؤ اور ان پیسوں سے کپڑے خریدو۔

پس جس طرح کسی دکان میں تمہاری پسند کے کپڑوں کا پایا جانا یہ نہیں بتاتا کہ وہ کپڑا تمہیں مل بھی گیا ہے بلکہ کپڑا حاصل کرنے کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے اسی طرح ماہ رمضان کے روزے رکھ لینا یا آخری جمعہ پڑھ لینا یہ نہیں بتاتا کہ تمہیں رضائے الٰہی حاصل ہوگئی بلکہ ماہ رمضان رضائے الٰہی کے حصول کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ رمضان میں روحانی دکان سجا دیتا ہے اور فرماتا ہے دیکھو! میری یہ برکت ہے اور میری وہ رحمت ہے جو تمہیں روزے کے نتیجے میں ملے گی۔ نوافل پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوں گے پھر اس ماہِ مبارک میں باجماعت نمازوں میں زیادہ تعہّد اور التزام کے ساتھ جانا تلاوت قرآن کریم کرنا عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجنا اپنے بھائیوں کی خبر گیری کرنا، مالی لحاظ سے ان کے کھانے پینے اور پہننے کا انتظام کرنا وغیرہ وغیرہ بیسیوں ثواب کے کام ہیں جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل نازل ہوتے ہیں۔

غرض خدا تعالیٰ نے ثواب حاصل کرنے کے لئے روحانی دکان سجا دی۔ یہ نہیں فرمایا کہ ثواب تمہیں دے دیا گیا بلکہ فرمایا ماہ رمضان میں وہ دکان سج گئی۔ اب تم تلاوت قرآن کریم، فہم قرآن کریم اور قرآن کریم کے مضمون پر فکر اور تدبر کرنے کے نتیجہ میں اصلاح نفس، تزکیۂ نفس اور طہارتِ قلب کے ذریعہ اس دکان سے مال خرید سکتے ہو۔ روحانی مال پڑا ہوا ہے۔ تم تلاوتِ قرآن کریم کرو، قرآن کریم پر غور وفکر کرو اس سے علوم سیکھو، محنت کرو اور اپنی محنت سے روحانی چیزیں خرید لو۔ اسی واسطے قرآن کریم نے اس مفہوم میں بھی ان چیزوں کو تجارت کہہ کر پکارا ہے۔ چنانچہ فرمایا کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تجارت کرتا ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک نیتی سے تجارت کرتے ہیں وہ گھاٹے میں نہیں رہتے۔ قرآن کریم کہتا ہے اپنے بھائی کی خبر گیری کر کے اللہ کی رضا حاصل کرو یعنی اپنی طرف سے پوری کوشش کرو کہ کوئی آدمی بھوکا نہ رہے۔ کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اگر کسی کو کوئی تکلیف ہو تو اس کی تکلیف کے دور کرنے

کے لئے دعا اور سخاوت بھی کرنی چاہئے۔ یعنی اس کے لئے دوائیوں کا انتظام کرنا وغیرہ ہزاروں نیکیاں ہیں جن کے کرنے سے خدا تعالیٰ کی رحمتیں مل سکتی ہیں اور وہ ساری رمضان کی دکان میں موجود ہیں۔ لیکن سخاوت کرو گے تو خدا کی رحمت ملے گی۔ غرض تم نے اپنی محنت سے اپنے مجاہدہ کے ذریعے اور عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر کے روحانی برکات کو حاصل کرنا ہے۔ یہ بھی اسی طرح کی ایک دکان ہے جس طرح مثلاً انگلستان میں ہر ہفتہ منڈیاں لگتی ہیں۔ یہاں بھی بعض جگہ میلے لگتے ہیں۔ گویا ہر ہفتہ جمعہ کے دن ایک روحانی میلہ لگتا ہے اور جمعہ کی برکتوں کے حصول کے لئے جو چیز تمہاری جیب میں ہونی چاہئے وہ روحانی طور پر تمہاری مقبول محنت ہے جس کے نتیجہ میں وہ گھڑی ملتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے اور خدا کا فضل نازل ہوتا ہے۔ انسان کی خالی محنت تو کافی نہیں جب تک اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا فضل نازل نہ ہو۔ پس یہ محنت اور انتہائی محنت یعنی تدبیر اور دعا کو انتہا تک پہنچانے ہی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے۔ جب انسان کی محنت قبول ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے میرے بندہ! جا اور اس روحانی دکان سے حسب پسند چیزیں خرید لے پس بڑا خوبصورت ہے وہ مال جو روحانی دکان سے ملتا ہے اور بڑی لذت اور سرور ہے اس کھانے میں جو روحانی طور پر ملتا ہے اور بڑا نرم اور آرام پہنچانے والا ہے وہ کپڑا جو ہمیں روحانی طور پر میسر ہے اس دنیا کی چیزیں تو بڑی کھردری اور چبھنے والی ہوتی ہیں۔ لیکن روحانی نعمتیں تو اس قسم کی نہیں ہوتیں کیونکہ ان کے ساتھ امتحان نہیں ہوتا۔ ویسے کبھی کبھی کھدر کے کھردرے کپڑے بھی پہننے پڑتے ہیں جب ہمیں ۱۹۵۳ء میں ظالمانہ طریق پر پکڑ کر لے گئے تھے تو ہمارے پہننے کے لئے کھدر کے موٹے موٹے کپڑے لے آئے کہ تمہیں سی کلاس دینی ہے دل میں سوچا کہ خدا کے لئے یہ کھدر کیا کانٹوں کے کپڑے دیں تو وہ بھی پہن لیں گے مگر لطف یہ کہ پتہ نہیں وہ کپڑے کس سے اور کہاں سے لائے گئے تھے۔ چنانچہ جب ہم نے وہ کپڑے پہنے تو زور سے سانس لینے پر ان کے دھاگے ٹوٹ گئے اور سلائی کھل گئی یوں لگتا تھا کہ چھوٹی چھوٹی گڑیوں کو پہنانے والے کپڑے ہیں ہم نے کہا ہم راضی برضائے الٰہی ہیں۔

غرض مَیں اس وقت صرف یہ بات بتا رہا ہوں کہ دنیا کے جو کپڑے ہیں ٹھیک ہے ان

میں سے بعض خوبصورت بھی ہیں لیکن بعض دکھ بھی ان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ گو ملک کی اکثریت کھدر کے کپڑے پہنتی ہے لیکن بعض لوگوں کے ہاں نائیلون کے کپڑے پہننے کا فیشن ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس میں تو کھردرا پن نہیں ہوتا۔ کھردرا پن تو بے شک نہیں ہوتا مگر کئی لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ نائیلون پہنیں تو ان کو الرجی ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا نائیلون پہننے سے پسینہ بند ہو جاتا ہے بعض کو پسینہ زیادہ آنے لگ جاتا ہے۔ بظاہر یہ کپڑا بڑا خوبصورت لگتا ہے مگر پتہ نہیں لوگوں نے کس گند کو اکٹھا کر کے اور کون سا فارمولا لگا کر نائیلون کا کپڑا بنا دیا جو دیکھنے میں بڑا خوبصورت مگر پہننے کے لحاظ سے تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔ میں خود بھی یہ کپڑا نہیں پہن سکتا۔ کچھ تو اس سے مجھے طبعاً گھن آتی ہے اور کچھ اس سے مجھے تکلیف بھی محسوس ہوتی ہے مجھے تو گرمیوں میں سوتی کپڑے کی تلاش رہتی ہے اب تو اچکن سلوانے کے لئے سوتی کپڑا آسانی سے نہیں ملتا۔ اس کے لئے بھی بڑی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ پس اس قسم کی جو مثالیں ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ دنیوی نعمتوں کے ساتھ بعض دکھ پہنچانے والے حصے بھی لگے ہوتے ہیں۔ لیکن روحانی نعمتوں کے ساتھ دکھ اور تکلیف نہیں ہوتی۔

غرض جیسا کہ میں نے بتایا ہے جمعہ اور رمضان کا (یہ مضمون بہت لمبا ہو گیا ہے ابھی میں نے ایک اور بات کہنی ہے) آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور وہ یہی قبولیت دعا کا تعلق ہے۔ رمضان کا جمعہ بالخصوص یہ آخری جمعہ ہمیں یہ چیلنج دیتا ہے اور کہتا ہے اگلے سال میں پھر آؤں گا تو دیکھوں گا تم نے روحانی طور پر ترقی کی ہے یا نہیں۔ پس رمضان کا مہینہ تو اب گزرا چاہتا ہے اس میں قبولیت دعا کی جو دکان کھلی تھی یہ ہر جمعہ کو کھلتی رہے گی جس میں روحانی اجر اور ثواب، اللہ کے فضل اور اس کی رحمتیں، قسما قسم کی برکتیں اور نعمتیں میسر آئیں گی۔ مگر ہر انسان اپنے اپنے اعمال اور مجاہدہ کے مطابق انہیں حاصل اور روحانی حسن کو دوبالا کر سکے گا۔ غرض رمضان میں اور پھر ہر جمعہ کے دن روحانی بھوک کی سیری کا انتظام کیا گیا ہے۔

ایک چیلنج جو مجھے اور آپ کو رمضان اور رمضان کا یہ آخری جمعہ دیتا ہے وہ اس دفعہ اکٹھا ہو گیا ہے۔ ہم ہر سال یکم نومبر سے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہیں۔ چنانچہ اب اس جمعہ نے ہمیں یہ چیلنج دیا کہ پچھلے سال سے آگے بڑھ کر دکھاؤ یعنی یہ جمعۃ المبارک ہمیں یہ

کہہ کر جا رہا ہے کہ میں اگلے سال آؤں گا اور دیکھوں گا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے برکتوں اور نعمتوں کے جو سامان پہلے سے زیادہ مہیا کئے تھے ان میں سے تم نے کتنا حصہ پایا۔

اس چیلنج پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورا اترنے کی توقع کے ساتھ میں آج تحریک جدید کے ۳۹ ویں اور ۲۹ ویں اور ۸ ویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔ تحریک جدید کے تین دفتر ہیں۔ یکم نومبر سے دفتر اول کا ۳۹ واں، دفتر دوم کا ۲۹ واں اور دفتر سوم کا ۸ واں سال شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔

چار سال ہوئے میں نے اُس وقت کے حالات کے مطابق اور گزشتہ سالوں میں تحریک جدید کی مالی قربانیوں کا جائزہ لے کر جماعت کے سامنے ایک ٹارگٹ رکھا تھا اور وہ یہ تھا کہ اندرون پاکستان تحریک جدید کا چندہ سات لاکھ نوے ہزار روپے تک پہنچ جانا چاہئے ویسے تو تحریک جدید کا مجموعی بجٹ یعنی تحریک جدید کی ساری دنیا کی آمد جب اکٹھی کی جائے تو وہ کم و بیش پچاس لاکھ روپے بنتی ہے۔ جس میں آپ کا یعنی پاکستان کی جماعتوں کا چندہ اس وقت بہت کم ہے اس لئے میں نے یہ تحریک کی تھی کہ تحریک جدید کا چندہ سات لاکھ نوے ہزار روپے تک پہنچ جانا چاہئے لیکن ایسا نہیں ہو سکا تاہم اس کی چند وجوہ ہیں۔ گزشتہ چار سال میں ملک میں جو حالات گزرے ہیں جب ان کا جائزہ لیتا ہوں تو میں اپنے دل کو حمد کے جذبات سے معمور پاتا ہوں آپ کے خلاف میرے دل میں غصہ نہیں پیدا ہوتا۔ تحریک جدید کے دفتر اوّل کے چونتیسویں سال یعنی ۶۸۔۱۹۶۷ء میں دفتر دوم اور سوم کو بھی ملا کر اندرون پاکستان تحریک جدید کا چندہ پانچ لاکھ پچاس ہزار روپے تھا۔ اور اس سے اگلے سال یعنی ۶۹۔۱۹۶۸ء میں چھ لاکھ تیس ہزار تک پہنچ گیا یعنی اسّی ہزار روپے کا اضافہ ہوا اور یہ بڑا خوشکن اضافہ تھا پھر اس سے اگلے سال یعنی ۷۰۔۱۹۶۹ء میں یہ چندہ چھ لاکھ تیس ہزار سے بڑھ کر چھ لاکھ پینسٹھ ہزار روپے تک پہنچ گیا مگر اس سے اگلے سال یعنی ۷۱۔۱۹۷۰ء میں یہ رقم چھ لاکھ پینسٹھ ہزار سے گر کر چھ لاکھ اڑتیس ہزار روپے پر آ گئی۔ کیونکہ ملک میں ہنگاموں کی وجہ سے بڑا شور مچ گیا۔ جلوس اور سٹرائیکس گھراؤ اور جلاؤ کی ایک جنونی کیفیت تھی جو قوم پر طاری ہو گئی لیکن اتنے بڑے ہنگاموں اور اس قدر جنونی کیفیت کے باوجود تحریک جدید کے چندوں میں صرف

ستائیس ہزار روپے کی کمی واقع ہوئی۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ ملکی حالات تو بڑے دگرگوں تھے۔ چنانچہ ملک میں سٹرائیکس وغیرہ کا سلسلہ ایک حد تک اب بھی جاری ہے۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملکی سٹرائیکس کا تحریک جدید کے چندوں کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اس کا تعلق ہمارے تاجروں کے ساتھ ہے اور اس کا تعلق ہمارے دوستوں کے ساتھ ہے جو کارخانوں میں ملازم ہیں اور اس کا تعلق ان چیزوں کے ساتھ ہے جو کارخانوں میں بنتی ہیں یا نہیں بنتیں۔ ہڑتالوں کی وجہ سے جب پیداوار کم ہوگی تو ملک کی آمد بھی مجموعی طور پر کم ہو جائے گی۔ پیداوار اور آمد ایک ہی چیز کی دو شکلیں اور دو زاویئے ہیں۔ ہم ایک کو پیداوار اور دوسرے کو آمد کہہ دیتے ہیں۔

بہرحال ہنگاموں اور ہڑتالوں کی وجہ سے جہاں ملکی معیشت تباہ ہوتی ہے وہاں تحریک جدید اور جماعت کے دوسرے چندوں پر بھی اثر پڑتا ہے مگر ان غیر تسلی بخش حالات کے باوجود تحریک جدید کے پچھلے سال یعنی ۷۲۔۱۹۷۱ء میں چھ لاکھ پچھتر ہزار روپے کی آمد ہوئی حالانکہ اس میں مشرقی پاکستان کا چندہ شامل نہیں ہے۔گو ہماری دعائیں ہیں کہ خدا کرے ملک کے دونوں حصے پھر سے ایک ہو جائیں لیکن بظاہر حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ تحریک جدید کا جو چندہ مشرقی پاکستان کی جماعتوں کی طرف سے آتا تھا وہ نہیں آسکا اور نہ آسکتا تھا۔ ویسے ہم امید رکھتے ہیں اور غیر ممالک مثلاً انگلستان سے مختلف ذرائع سے ہمیں خبریں بھی مل رہی ہیں کہ مشرقی پاکستان کی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ان ہنگاموں اور وحشتوں کے باوجود مالی قربانیاں بھی دے رہی ہے وہاں نئی سے نئی جماعتیں بھی قائم ہو رہی ہیں۔ نئے احمدی بھی ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی خوشکن خبریں جب انگلستان یا دوسرے ممالک میں پہنچتی ہیں تو یہ ایک قدرتی بات ہے کہ وہاں کے دوست ہمیں بھی اس خوشی میں شامل کرتے ہیں اور ان کے حالات لکھ بھیجتے ہیں۔

غرض مشرقی پاکستان میں رونما ہونے والے واقعات کے باوجود پچھلے سال تحریک جدید کا چندہ تدریجی ترقی کا آخری سال یعنی چھ لاکھ پینسٹھ ہزار سے بڑھ کر چھ لاکھ پچھتر ہزار تک جا پہنچا حالانکہ اس میں مشرقی پاکستان کی آمد شامل نہیں ہے اگر وہ بھی چھ لاکھ پینسٹھ ہزار روپے

والی آمد کی طرح ہی سمجھ لی جائے تو یہ رقم سات لاکھ پانچ ہزار روپے بنتی ہے۔

پس اگرچہ ساری دنیا میں ایک آگ لگی ہوئی ہے لیکن چونکہ ہمارے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ یہ آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی غلام ہے۔ چنانچہ خداتعالیٰ کی اس قدرت کا مظاہرہ تحریک جدید کے چندوں میں اضافہ کی صورت میں ہوا۔ لوگوں کی آمدنیوں پر اثر پڑنا چاہئے تھا مگر اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو مجموعی طور پر یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ اس فتنہ وفساد کی آگ سے اپنی آمدنیوں کو متاثر نہ ہونے دیں۔ تاکہ غلبۂ اسلام کے لئے قربانیاں دینے کی جو ذمہ داری ان پر عائد کی گئی ہے۔ وہ اثر انداز نہ ہو اور ان کی کوششوں میں کمی واقع نہ ہو یا اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں کمی نہ آجائے۔ ویسے پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال غیرممالک میں جماعت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا افضل نازل ہوا ہے جو آپ کے سامنے بھی آنا چاہئے۔ اس لئے تحریک جدید کو چاہئے کہ وہ چھوٹے چھوٹے نوٹ الفضل میں دیا کریں۔ اسی طرح ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کی سکیم ہے۔ اس سکیم کے ماتحت بہت سے کام ہو رہے ہیں۔ اس الٰہی سکیم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کی رحمت کے عجیب نظارے ہم آئے روز دیکھتے رہتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ نظارے جماعت کے سامنے آنے چاہئیں تاکہ وہ بھی شکر ادا کریں اور دل کی گہرائیوں سے الحمدللہ کا ورد کریں۔ اور دین کی راہ میں بشاشت کے ساتھ مزید قربانیاں دینے کے لئے تیار ہوں۔

بہرحال سات لاکھ پانچ ہزار کی رقم بھی ٹارگٹ سے کم ہے اس میں پچاسی ہزار روپے کا فرق ہے اس لئے دوستوں کو چاہئے کہ وہ ٹارگٹ تک پہنچنے کے لئے اس کمی کو اس نئے سال میں پورا کرنے کی کوشش کریں۔ میں بھی کوشش اور دعا کروں گا۔ آپ بھی دعائیں کریں میری کوشش اور دعائیں کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ دعائیں نہ کریں۔ آپ دعائیں بھی کریں اور کوشش بھی کریں اور میں کوشش بھی کروں گا اور دعائیں بھی کروں گا تاکہ یہ ٹارگٹ پورا ہو جائے۔

میں پہلے بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ تحریک جدید میں چندوں کی کمی کو پورا کرنے کی اصل ذمہ داری دفتر سوم پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ نیا دفتر ہے اور اس کے قیام پر ابھی سات

سال گزرے ہیں اس دفتر نے آگے چل کر دفتر دوم کی قائمقامی کرنی ہے اور پھر دفتر اوّل کی قائم مقامی کرنی ہے۔ دفتر اوّل میں شامل ہونے والوں میں سے کچھ دوست ہر سال وفات پا جاتے ہیں بعض دوست ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی پانچ پانچ ہزار روپے آمد تھی لیکن بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آمد کم ہوگئی ہے اس کمی کو تو وہ خدا تعالیٰ کے پیار میں شاید برداشت کر لیتے ہوں۔ لیکن ان میں سے اکثر وفات پا جاتے ہیں اور اس میں نہ میرا اختیار ہے اور نہ آپ کا اختیار ہے۔ پس اگرچہ دفتر اوّل نے اپنے وقت پر تحریک جدید کے چندوں میں خاطر خواہ اضافہ کیا مگر طبعی اثرات کی وجہ سے مشکل یہ بن گئی کہ دفتر اوّل کا چندہ گرتے گرتے ۶۸۔۱۹۶۷ء میں (اس سے پہلے کے اعداد و شمار میرے پاس نہیں) ایک لاکھ پچپن ہزار روپے پر آ گیا۔ پھر تین سال بعد ۷۲۔۱۹۷۱ء میں ایک لاکھ پنتالیس ہزار روپے رہ گیا ان تین چار سال میں دس ہزار روپے کی کمی بتاتی ہے کہ بعض دوست وفات پا گئے یا بعض پنشن پر آ گئے اور آمد کم ہوگئی یا بڑھاپے کی وجہ سے تجارت کرنا چھوڑ دی اور بیٹوں سے کہہ دیا کہ وہ کاروبار سنبھالیں۔ ایسی صورت میں تحریک جدید کا چندہ ان کے بیٹوں کے حساب میں لکھا جائے گا لیکن ایسے بوڑھے دوستوں کی آمدنی تو بہرحال کم ہو جاتی ہے اسی طرح ان کا چندہ بھی۔ ایسے دوستوں سے تو پھر تھوڑے چندے کی توقع کی جا سکتی ہے یعنی وہ اپنے جیب خرچ یا اس آمد سے جو وہ اپنے لئے علیحدہ کر لیتے ہیں اس میں سے ہی چندہ دے سکتے ہیں۔ اس لئے ان حالات میں ۶۸۔۱۹۶۷ء اور ۷۲۔۱۹۷۱ء کے درمیانی عرصہ میں دفتر اوّل کے چندوں میں دس ہزار کی کمی کوئی اتنی بڑی کمی نہیں ہے عام حالات میں اس سے زیادہ کمی واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ ویسے تو خدا تعالیٰ دس آدمیوں کو بھی اگر یہ توفیق عطا کرے کہ وہ اس دفتر میں پچاس گنا زیادہ چندہ دیں تو یہ فرق دور ہو جائیگا اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے میں یہ کہتا ہوں کہ انسانی زندگی کا یہ معمول ہے کہ کچھ عرصہ زندگی گزارنے کے بعد ہر انسان پر بڑھاپا آتا ہے اور پھر موت آتی ہے اس لحاظ سے دفتر اوّل بظاہر کمی کی طرف جا رہا ہے اور پچھلے سالوں میں عملاً کمی واقع بھی ہو چکی ہے۔

پھر دفتر دوم جو مالی قربانی کے لحاظ سے ۲۸ سال گزار چکا ہے اس میں دوستوں نے ہمت

کی ان کا چندہ چار لاکھ پچپن ہزار تک پہنچ گیا ہے جب کہ ۶۸۔۱۹۶۷ء میں تین لاکھ چون ہزار روپے تھا گویا دوست ان چند سالوں میں قریباً ۹۹ ہزار کی حد تک آگے بڑھے ہیں اور انشاء اللہ سات آٹھ یا دس سال میں اور آگے بڑھیں گے۔ اور پھر یہ دفتر، دفتر اوّل کی جگہ لے لے گا۔

دفتر سوم نے چونکہ دفتر دوم کی جگہ لینی ہے اس واسطے اگلے آٹھ دس سال میں دفتر دوم کا چندہ ساڑھے چار اور چھ لاکھ کے درمیان پہنچنا چاہئے۔ ساڑھے چار لاکھ روپے کے قریب تو ہماری یہ موجودہ نسل پہنچ گئی ہے۔ اگلی نسل اپنی تعداد کے لحاظ سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں اپنی آمد کے لحاظ سے بہر حال بڑھے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو پھر اس لحاظ سے ان کا تحریک جدید کا چندہ بھی بڑھے گا۔ بہر حال اب اس سال کی میں بات کر رہا ہوں اس میں دفتر سوم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تحریک جدید کے چندوں میں اضافہ کریں۔ اور اسے مقررہ ٹارگٹ تک لے جائیں یعنی مجموعی چندہ ان کی کوشش سے یا مجھے یوں کہنا چاہئے کہ ٹارگٹ تک لے جانے کے لئے بڑی کوشش ان کی ہونی چاہئے تاکہ اس سال تحریک جدید کے چندوں کی رقم سات لاکھ نوے ہزار تک پہنچ جائے اس میں کچھ دفتر دوم بھی حصہ دار ہوگا دفتر اوّل کے لئے تو بظاہر مشکل ہے بعض دفعہ استثنائی حالات میں اللہ تعالیٰ معجزہ دکھا دیتا ہے۔ یہ اور بات ہے ہم عاجز اس کے مستحق تو نہیں مگر اس نے ہمیں اپنی رحمتوں کے لئے چنا ہے اس لئے ہمارے دلوں میں تقویت پیدا کرنے کے لئے اور ہمارے چہروں پر بشاشت پیدا کرنے کے لئے وہ معجزے دکھاتا ہے اور کہتا ہے تم میری راہ میں تھوڑا دیتے ہو اور میں تم پر بہت فضل نازل کرتا ہوں۔ اس لئے تم میری راہ میں اور دو تاکہ تم میرے فضلوں کے مزید حقدار اور وارث بنو۔ ایک اور بات میں مختصراً یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ دفتر نے مجھے لکھا ہے کہ سابقہ تعامل یہ ہے کہ ۳۱؍امان یعنی ۳۱؍مارچ تک وعدے آتے رہتے ہیں مگر تحریک جدید کا بجٹ مشاورت سے کئی مہینے پہلے تیار ہونا چاہئے۔ اور وہ ۳۱؍دسمبر تک تیار ہوتا ہے اس لئے وعدہ کی تاریخ بدل دینی چاہئے میں سمجھتا ہوں کہ وکیل المال اوّل کی رائے درست ہے۔ اس طرح کام میں سہولت پیدا ہوگی کام تو وہ پہلے بھی کرتے تھے اور اب بھی کریں گے لیکن ان کی سہولت کے پیش نظر بالفاظ دیگر اپنے

احمدی بھائی اپنے دوسرے بھائیوں کی سہولت کے مدنظر اپنے وعدے ۳۱ /دسمبر سے پہلے دفتر وکالت مال تحریک جدید میں بھجوا دیں تا کہ ان کے کام میں سہولت پیدا ہو جائے۔ اور آسانی کے ساتھ وہ اپنے بجٹ وغیرہ تیار کرسکیں۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں آپ بعض لوگوں کو چھ مہینہ کا عرصہ کیوں دیتے ہیں۔ آپ سوچیں گے آپ کو شرم آئے گی۔ آپ غصہ کے خط لکھیں گے کہ پہلے تاریخ کیوں نہیں بدلوائی۔ بہر حال ۳۱ /دسمبر تک یہ وعدے دفتر وکالت مال میں پہنچ جانے چاہئیں۔

میں اس سلسلہ میں دو جماعتوں کو اچھی مثال کے طور پر اپنے بھائیوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ایک اسلام آباد کی جماعت ہے۔ سات لاکھ نوے ہزار کے ٹارگٹ کے مطابق ان کے حصہ میں جو رقم آئی تھی وہ انہوں نے ادا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے دوسری کراچی کی جماعت ہے انہوں نے بذریعہ تار اطلاع دی ہے کہ سال رواں کے تحریک جدید کے وعدوں کی سو فیصدی وصولی کر لی ہے۔ وہ کچھ رقم بھجوا چکے ہیں اور باقی ماندہ بھجوا رہے ہیں ٹارگٹ کے لحاظ سے جو رقم ان کے حصہ میں آتی تھی وہ انہوں نے ادا کی ہے یا نہیں اس کا تو تار میں ذکر نہیں تاہم اس وقت جب کہ اکثر جماعتوں کی ادائیگی سو فیصد نہیں ہوئی انہوں نے چھ مہینے پہلے تحریک جدید کا وعدہ سو فیصد پورا کر دیا ہے۔ **فجزاھم اللّٰہ تعالٰی خیرًا** ویسے تحریک جدید کا نیا سال یکم نومبر سے شروع ہوتا ہے یہ تو کچھ سہولتیں جماعت کے مختلف چندوں کی وصولی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جماعت کو دی گئی تھیں۔

بہر حال ایسی جماعتیں چند ایک ہی ہیں جو وقت سے پہلے سو فیصد ادائیگی کر دیتی ہیں اس سلسلہ میں کراچی کی جماعت قابل ذکر ہے۔ ان کی طرف سے سال رواں کا وعدہ ایک لاکھ سولہ ہزار کا تھا اب انہوں نے نیا وعدہ ایک لاکھ بیس ہزار روپے کا بھجوایا ہے۔ اسی طرح لاہور کی جماعت ہے، راولپنڈی کی جماعت ہے، پشاور کی جماعت ہے پانچ سات بڑی بڑی جماعتیں ہیں جو تحریک جدید (اور دوسرے چندوں کا بھی) بڑا بوجھ اٹھاتی ہیں۔ اب مثلاً تحریک جدید کے سال رواں کے بجٹ میں سے ایک لاکھ سولہ ہزار روپے کا بجٹ کراچی نے پورا کیا ہے جو پاکستان میں تحریک کے چندوں کے سارے بجٹ کا قریباً پانچواں حصہ ہے۔ گویا

بیس فیصد بوجھ صرف کراچی کی جماعت نے اٹھالیا ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی جماعتیں نومبر تک یہ چندہ ادا کرسکتی ہیں یا کم ازکم دسمبر سے پہلے دے سکتی ہیں اوران کو دینا چاہئے تاہم اگر بروقت ادائیگی نہیں ہوتی تو اس میں ان کا اتنا قصور نہیں جتنا لینے والوں کا قصور ہے۔ دفتر انہیں یاددہانیاں نہیں کراتے۔ قرآن کریم میں خداتعالیٰ نے یوں ہی بلاوجہ ذَكِّرْ کی نصیحت نہیں فرمائی۔ خداتعالیٰ نے مختلف پہلوؤں سے مختلف محاورے استعمال کرکے مختلف مضامین کے ضمن میں ذَكِّرْ کا لفظ استعمال کرکے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ تم لوگوں کو یاددلاتے رہا کرو۔ کیونکہ بعض دفعہ ایک انتہائی مخلص انسان بھی سستی کر جاتا ہے۔ پس ذَكِّرْ یعنی یاددہانی کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جس آدمی کو یاددہانی کرائی جارہی ہے۔ اس کے اندر اخلاص نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کو ذَكِّرْ کی یاددہانی کرنے کی نصیحت کی گئی تھی اس نے اس حکم پر عمل نہیں کیا۔

پس یہ ایک چیلنج ہے جو رمضان کا یہ آخری جمعہ ہمیں دے کر رخصت ہورہا ہے۔ ہمیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمانے کے لئے بھی دعا کرو۔ چنانچہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمانے کو برا بھلا نہ کہو جس کا مطلب یہی ہے کہ زمانے کو اچھا کہو۔ اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ زمانے سے کہو تیرا شکریہ چنانچہ اس کے متعلق حدیث میں ایک معنے یہ بھی بیان ہوئے ہیں کہ زمانہ کوئی چیز نہیں اصل تو خداتعالیٰ ہی ہے۔ پس جب اصل خداتعالیٰ ہی ہے تو پھر زمانہ کو برا بھلا نہ کہو کے مقابل پر آئے گا۔ الحمدللہ پڑھو اور الحمدللہ اُن نعمتوں کو دیکھ کر پڑھی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں خداتعالیٰ کے پیار اور اس کی رضا کی تلاش میں ایک گروہ ایک جماعت کوشاں ہوتی ہے اور وہ مجاہدہ میں مصروف ہوتی ہے۔ غرض جس زمانہ میں رضائے الٰہی اور محبت الٰہی کے حصول کے لئے انسانوں کی ایک جماعت کی جماعت (اگرچہ کبھی چھوٹی ہوتی ہے اور کبھی بڑی ہوتی ہے لیکن کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہوتا) جب کوشاں ہوتی ہے۔ اس کے لئے مجاہدہ کررہی ہوتی ہے تو اس زمانہ کو تم کیسے برا کہو گے۔ چنانچہ اس معنی کے اعتبار سے ہم یہ کہیں گے کہ زمانہ کے لئے بھی دعائیں کرو۔

پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے آج کے یوم الجمعہ! تیرے اندر زندگی گزارنے والی وہ جماعت جو خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے خدا کرے کہ تیرا وجود دن کے لحاظ سے ان کے لئے ایک بابرکت دن بنے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کی برکتوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے والے ہوں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ تا ۶)

❁❁❁